© rasailojaraid.com

تعزیراتِ اسلام

جناب مولانا قاضی بشیر احمد صاحب - باغ - آزاد کشمیر

(۱۴)

فصل ششم

دفعہ ۲ - آلۂ قصاص -

ا - قصاص تلوار یا تلوار جیسے آہنی آلہ سے لیا جائے گا[1]

ب - اس آہنی آلہ کو مجرم کی گردن میں مار کر گردن کو جدا کیا جائے گا۔ پھر مقتول کی لاش، کو اس کے ورثاء کے حوالے کیا جائے گا[2]

ج - قصاص مجمع عام میں لیا جائے گا۔

فقہاء کا اختلاف۔

تشریح ۱۰۔ احناف کے نزدیک قصاص تلوار یا تلوار جیسے آہنی آلہ سے لیا جائے گا اور امام شافعیؒ کے نزدیک آلہ قصاص متعین نہیں ہے۔ اور نہ ہی کوئی مخصوص طریقہ قصاص متعین ہے۔ اُن کے نزدیک قصاص بالمثل ہو گا۔ یعنی جس آلہ اور جس نوعیت سے جرم صادر ہوا ہے۔ اسی نوعیت اور اسی طریقہ سے مجرم سے بدلہ یعنی قصاص لیا جائے گا، بشرطیکہ بالمثل کے لیے کوئی شرعی مانع موجود نہ ہو۔ جب کہ احناف کے نزدیک قصاص بالمثل نہ ہو گا۔

---

[1] ہدایۃ - جلد ۴ ص ۵۶۳ -

[2] عالمگیری -

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بلکہ تلوار یا آلہ مثل تلوار کے ہوگا۔

امام شافعیؒ بطور دلیل فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ (النحل) یعنی اگر تم بدلہ لینے لگو تو اتنا ہی لو جتنا کہ تمہارے ساتھ برتاؤ کیا گیا ہے۔ اور ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے۔ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ، یعنی "تم اس پر اتنی ہی زیادتی کرو جتنی کہ اس نے تم پر کی ہے"۔ اور حدیث میں آتا ہے: مَنْ حَرَّقَ حَرَّقْنَاهُ وَمَنْ غَرَّقَ غَرَّقْنَاهُ[1]۔ یعنی جو شخص کسی کو آگ میں جلائے گا۔ ہم اس کو جلائیں گے اور جو پانی میں کسی کو غرق کرے گا۔ ہم اس کو غرق کریں گے۔ نیز حضرت انس بن مالکؓ کی حدیث میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی کے سر کو پتھر سے کچل کر قصاص لیا تھا۔ کیونکہ اس نے بھی جاریہ کے سر کو دو پتھروں کے درمیان کچلا تھا[2]۔

مذکورہ بالا دلائل کی بنیاد پر امام شافعی فرماتے ہیں کہ قصاص بالمثل ہوگا یعنی تلوار سے لینا ضروری نہ ہوگا۔

احناف فرماتے ہیں کہ مذکورہ بالا آیت کی بنیاد پر سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ بدلہ میں زیادتی حرام ہے۔ اور قصاص بقدر جرم ہوگا۔ یعنی سزا میں مماثلت کا ہونا ضروری ہے۔ لیکن یہ مماثلت اسی صورت میں قائم رہ سکتی ہے جب کہ قصاص تلوار یا تلوار جیسے کسی آہنی آلہ سے لیا جائے۔ اگر قصاص اسی ذریعہ سے لیا جائے جس سے جرم صادر ہوا ہے تو مماثلت قائم نہیں رہ سکتی۔ مثلاً بعض اوقات قاتل کی صرف ایک دفعہ کی ضرب سے آدمی قتل ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ قاتل بھی صرف ایک ضرب سے قتل ہو جائے اس طرح کے واقعہ کی صورت میں ایک ضرب سے اگر قاتل قتل نہ ہو تو پھر اگر اس کو ایک سے زائد ضربات پہنچائی جائیں حتیٰ کہ وہ قتل ہو جائے تو مماثلت قائم نہ رہے گی۔ اور اگر ایک ضرب سے وہ قتل

---

[1] بحوالہ سبل السلام جلد ۳ ص ۲۳۶۔

[2] صحیح مسلم جلد ۲ ص ۵۹۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہ ہو اور مزید ضربات ترک کر دی جائیں تو قصاص نہ ہوگا۔ جس کا حاصل یہ نکلے گا کہ مقتول کا خون بغیر بدلہ کے رہ گیا۔ یعنی اس کا خون رائیگاں گیا۔ اور یہ دونوں صورتیں ناجائز ہیں۔ لہٰذا قصاص صرف تلوار یا اس جیسے آلہ سے لیا جائے گا اس سے کوئی اشکال پیش نہ آئے گا۔ یہی احناف کا مسلک ہے۔[1]

اور حدیث مَنْ حَرَّقَ حَرَّقْنَاهُ الخ اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث کے بارے میں احناف کا موقف یہ ہے کہ یہ سزا "سیاسۃ" یعنی تعزیری طور پر ہے۔ اس سے کلیہ قاعدہ ثابت نہیں ہوتا۔ اس کا تعزیری ہونا خود اس لفظ سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ یعنی "غَرَّقْنَاهُ" یہاں غَرَّقَ کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف کی ہے۔ یعنی آپ نے فرمایا جو کسی کو غرق کرے گا ہم اس کو غرق کریں گے۔ آپؐ نے یہ نہیں فرمایا کہ جو کسی کو غرق کرے گے اس کو بھی غرق کیا جائے گا۔ تاکہ کلیہ قاعدہ معلوم ہوتا کہ قصاص بالمثل ہوگا۔[2]

احناف اپنے موقف پر یہ حدیث پیش کرتے ہیں لَا قَوَدَ اِلَّا بِالسَّیْفِ[3] یعنی قصاص تلوار کے علاوہ کسی چیز سے نہ لیا جائے گا۔

یہاں سیف سے مراد "سلاح" ہے۔ یعنی ہر وہ آہنی آلہ جو تلوار کی طرح چیر پھاڑ کر ٹکڑے کر سکتا ہو۔ اس عموم سے معلوم ہوا کہ تلوار کے علاوہ تلوار جیسے آہنی آلہ سے قصاص لیا جا سکتا ہے۔[4]

تشریح ۲:۔

درحقیقت شرعی ہدایت قتل کرنے کے بارے میں یہ ہے کہ مجرم کو اس طور پر قتل کیا جائے کہ اس کو تکلیف کم سے کم ہو۔ چنانچہ ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا

---

[1] تفصیل دیکھیے۔ اعلاء السنن جلد ۱۸ ص ۷۸۔

[2] البحر جلد ۸ ص ۳۳۸ و ہدایۃ جلد ۴ ص ۵۶۶۔

[3] ہدایۃ جلد ۴ ص ۵۶۳۔

[4] البحر جلد ۸ ص ۳۳۸ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا ارشاد ہے،

إِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَىٰ كَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ فَإِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ وَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوا الذَّبْحَ وَلْيُحِدَّ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ وَلْيُرِحْ ذَبِيحَتَهُ [1]

یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے ساتھ احسان کا سلوک کرنے کا حکم دیا ہے اور جب تم قتل کرنے لگو تو اچھی حالت پر قتل کرو۔ اور جب تم ذبح کرنے لگو تو عمدہ طور پر ذبح کرو اور تم میں سے ہر ایک کے لیے چھری کو تیز کرنا اور اپنے ذبیحہ کو آرام پہنچانا ضروری ہے۔ (یعنی ذبیح کو ٹھنڈا ہونے سے قبل صاف کرنا شروع نہ کیا جائے)۔

اس حدیث میں چھری تیز کرنا اور اچھی حالت پر قتل کرنے کا مطلب یہی ہے کہ مقتول کی تکلیف کو جہاں تک ہوسکے کم کیا جائے۔ اسی لیے شریعت نے تلوار یا تلوار جیسے آہنی آلہ سے قصاص لینے کا حکم دیا ہے۔

فصل ہفتم ــــــ اِکراہ

دفعہ ۳۵ اکراہ کی تعریف۔

اکراہ سے مراد وہ فعل ہے جو جبر کرنے والے سے صادر ہو کر مجبور شخص کے دل میں ایسا اثر پیدا کر دے جس کی وجہ سے مجبوراً اس کو وہ فعل کرنا پڑے جس کا جابر نے اس سے مطالبہ کیا ہے[2]۔

تشریح ۱:۔ مذکورہ اکراہ کی تعریف شرعی تعریف ہے اور لغت میں اکراہ "حَمْلُ الْإِنْسَانِ عَلَىٰ شَيْءٍ يَكْرَهُهُ"[3] کو کہتے ہیں یعنی کسی انسان کو ایسی چیز پر آمادہ کرنا جس کو وہ (یعنی دوسرا شخص) ناپسند کرتا ہو۔ اور ناپسند کرنا عام ہے خواہ طبعی ہو یا شرعی[4]۔

---

[1] رواہ مسلم۔ مشکوٰۃ کتاب الصید والذبیح ص ۳۵۷۔

[2] الدر المختار جلد ۵ ص ۸۳ [3] ایضاً [4] ایضاً

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کراہت کی ضد میں محبت اور رضا ہے ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ۔

وَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسٰى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ۔

(ہوسکتا ہے کہ بُری لگے تم کو ایک چیز حالانکہ وہ بہتر ہو تمہارے حق میں، اور شاید تم کو بھلی لگے ایک چیز اور وہ بُری ہو تمہارے حق میں) ۔

اہل سنت والجماعت کا قول ہے "

"اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يكره الكفر والمعاصى اى لا يحبّها ولا يرضٰى بها[۱]" ۔

یعنی اللہ تعالیٰ کفر و معاصی کو پسند نہیں کرتے اور نہ ہی اس سے راضی ہوتے ہیں ۔

تشریح ۲ ۔

اوپر شرعی تعریف میں جابر سے صادر ہونے والا فعل عام ہے، خواہ حقیقی ہو یا حکمی ۔ لہٰذا زبانی دھمکی بھی جابر کا فعل شمار ہوگا ۔ نیز یہ کہ اگر مجبور شخص کو دلالتِ حال سے یہ غلبۂ ظن حاصل ہو جائے کہ اگر وہ جابر کے حکم مطابق عمل نہ کرے گا تو اس کو جان یا کسی عضو وغیرہ سے محروم ہونا پڑے تو اس کا یہ رویہ بھی فعلِ حکمی میں داخل ہوگا[۲] ۔

دفعہ ۹ ۔ اکراہ کی اقسام ۔

اکراہ کی دو قسمیں ہیں،

۱ ۔ اکراہ تام ۲ ۔ اکراہ ناقص[۳] ۔

دفعہ ۱۰ ۔ اکراہ تام کی تعریف ۔ (۱) اکراہ تام سے مراد وہ اکراہ ہے جو اضطرار

---

[۱] البدائع جلد ۷ کتاب الاکراہ ص ۱۷۵

[۲] الدر المختار الشامی ۔ جلد ۵ ص ۸۳

[۳] البحر جلد ۸ ۔ کتاب الاکراہ ص ۷۹ ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کو واجب کر دے[1]۔

ب۔ اضطرار کے وجود کے لیے ضروری ہے کہ مجبور کو یہ خوف پیدا ہو چکا ہو کہ اگر وہ جابر کے حکم کے مطابق عمل نہ کرے گا تو وہ اس کو جان سے مار ڈالے گا۔ اس کا کوئی عضو یا اس کا کل مال تلف کر دے گا۔ یا اُس کو مہلک ضرب پہنچائے گا تو ان صورتوں میں اضطرار واقع ہو گا[2]۔

۳۔ اکراہِ تام میں فعل جبر کرنے والے کی طرف ان تمام صورتوں میں منسوب ہو گا، جن کے اندر مجبور شخص صرف ایک آلہ بننے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ اور جن کے اندر صلاحیت نہ رکھے۔ ان صورتوں میں فعل مجبور شخص کی طرف منسوب ہو گا۔ جابر کی طرف نہ ہو گا[3]

نتیجہ یہ: کسی کی جان کو یا مال کو تلف کرنے کی صورت میں مجبور آلہ بننے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ لہٰذا فعل جابر کی طرف منسوب ہو گا اور جماع کرنے اور اقوال کے اندر مجبور آلہ بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اس لیے کہ دوسرے کے منہ سے کلام نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی دوسرے کے منہ سے کوئی چیز کھا سکتا ہے لہٰذا اس طرح کی صورتوں میں فعل کی نسبت جابر کی طرف نہ ہو گی بلکہ مجبور کی طرف ہو گی[4]۔

۵۔ اکراہ تام ان تمام جرائم میں مؤثر ہو گا جن میں مجبور جابر کا آلہ بننے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ ایسی صورت میں مجبور کا اختیار فاسد متصور ہو گا[5]۔

۶۔ جو امور صحتِ رضا پر موقوف ہیں۔ جیسے بیع، شراء، ہبہ، اجارہ اور اقرار وغیرہ۔ یہ اکراہِ تام سے فاسداً منعقد ہوں گے۔ اور اکراہ ختم ہونے کے بعد مجبور شخص ان عقود کے فسخ کرانے یا قبول کرنے کا مجاز ہو گا[6]۔

---

[1] البحر جلد ۸ کتاب الاکراہ ۔ ص ۷۹

[2] الدر المختار مع رد المحتار جلد ۵ کتاب الاکراہ ص ۸۳۔ [3] ایضاً

[4] شامی جلد ۵ ص ۸۳، ۸۸ ۔ [5] ایضاً

[6] الدر المختار جلد ۵ ص ۸۴، ۸۵۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تشریح :۔ اکراہ تام ہو یا ناقص اس سے مجبور کی رضا ختم ہو جاتی ہے اس لیے جو امور رضا پر موقوف ہیں۔ ان کو اکراہ کے ختم ہونے کے بعد مجبور، فسخ کرانے کا مجاز ہو گا۔ سردست عقودِ متذکرہ شق ۲ کا انعقاد ہو جائے گا کیونکہ ان کے ارکان اپنے محل کے اندر پائے گئے اور ان امور کے اندر مجبور کا اختیار بھی قائم رہتا ہے۔

دفعہ ۱۱ ۔ اکراہِ ناقص کی تعریف۔

ا ۔ اکراہِ ناقص سے مراد وہ اکراہ ہے جس میں قتلِ نفس، قطعِ عضو یا اعضاء یا کل مال لینے سے کم درجہ کی دھمکی دی گئی ہو[۱]

ب ۔ اکراہِ ناقص سے بھی رضا معدوم ہو جاتی ہے، البتہ اس سے اضطرار واجب نہیں ہوتا اور نہ ہی مجبور کا اختیار فاسد ہوتا ہے[۲]

ج ۔ اکراہ کی یہ قسم قتل اور قطع وغیرہ جرائم میں مؤثر نہ ہو گی۔ لہٰذا اس اکراہ میں قصاص کی سزا، جبر کرنے والے کو نہ دی جائے گی۔ بلکہ مجبور کو دی جائے گی[۳] جابر کو تعزیری سزا دی جائے گی۔

د ۔ اکراہ کی یہ قسم ان امور میں مؤثر ہو گی جو رضا پر موقوف ہیں[۴]

دفعہ ۱۲ ۔ اکراہ کی شرائط۔

اکراہ خواہ تام ہو یا ناقص، کے وجود کے لیے مندرجہ شرائط کا ہونا ضروری ہے۔ اُن میں سے اگر کوئی ایک شرط بھی فوت ہو جائے تو اکراہ ثابت نہ ہو گا۔

ا ۔ جابر اپنے حکم کی خلاف ورزی کرنے کی صورت میں مامور کو جس چیز سے ڈرائے، دھمکائے اس کو مامور پر واقع کرنے کی قدرت بھی رکھتا ہو[۵]

---

[۱] الدر المختار جلد ۵ ص ۸۳ والبحر جلد ۸ ص ۷۹۔

[۲] البحر ص ۷۹

[۳] الدر المختار جلد ۵۔ ص ۸۴، ۸۵

[۴] ایضاً۔

[۵] ایضاً ص ۸۳

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۲۔ دھمکی کا وقوع مجبور کے غالب گمان کے مطابق فی الحال متوقع ہو۔[1]

تشریح:۔ مجبور کو معقول طریقہ سے اس بات کا ظن غالب حاصل ہو چکا ہو کہ اگر وہ جابر کے کہنے کے مطابق عمل نہ کرے گا تو وہ ابھی اس چیز کو واقع کر دے گا جس کی اس نے دھمکی دی ہے۔

۳۔ اکراہ تام کے ثبوت کے لیے قتلِ نفس، مہلک ضرب یا قطع عضو یا اعضاء یا کل مال لینے سے کم درجہ کی دھمکی نہ ہو۔ اگر دھمکی صرف موجبِ غم و اندیشہ ہو تو اس سے اکراہِ ناقص ثابت ہوگا۔[2]

تشریح:۔ اس شق میں غم سے مراد وہ غم ہے جو اضطرار کو واجب نہ کرتا ہو۔ یعنی قتل، قطع یا کل مال کے تلف کے غم سے کم درجہ کا ہو مثلاً معمولی مار۔ پٹائی وغیرہ۔ اس طرح کا غم رضا کو تو معدوم کر دیتا ہے مگر اختیار کو معدوم نہیں کرتا۔[3]

۴۔ جبر سے قبل مجبور اس فعل کو ممنوع سمجھتا ہو جس کے ارتکاب کا جابر نے اس سے مطالبہ کیا ہے۔[4]

دفعہ ۱۳

ا۔ کسی معین شخص کے قتل پر اگر کسی آدمی کو اکراہِ تام کے طور پر مجبور کیا گیا ہو جس پر اس نے قتل کا ارتکاب کر دیا تو جابر سے اس کا قصاص لیا جائے گا۔ بشرطیکہ قتل عمداً ہو اور جابر مکلف ہو اور مجبور کو تعزیری سزا دی جائے گی۔[5]

ب۔ اگر جابر غیر مکلف ہو یعنی نابالغ، مجنون یا مدہوش میں سے کوئی ہو تو اس کو قصاص میں قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کی عاقلہ پر تین سال میں دیت واجب الادا ہوگی۔[6]

---

[1] الدر المختار جلد ۵ ص ۸۳ [2] ایضاً [3] ایضاً

[4] الدر المختار جلد ۵ ص ۸۸

[5] ایضاً وہدایہ جلد ۳ ص ۳۴۹۔ وبدائع جلد ۷ ص ۱۷۹۔

[6] البحر جلد ۸ ص ۸۰ وشامی جلد ۵ ص ۸۸۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تشریح ما ،-

اکراہ کے احکام کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ یہ کہ اکراہ کی وجہ سے مطلوبہ فعل کے ارتکاب کی رخصت ہو اور عدم ارتکاب پر مجبور مستحقِ ثواب ہو[1] جیسے کسی شخص کو اکراہ تام کے طور پر کلمۂ کفر کہنے پر مجبور کیا گیا ہو۔ ایسی صورت میں کلمۂ کفر کی حرمت میں تو کوئی تغیر نہ ہوگا۔ البتہ مجبور اگر زبان سے ادا کرے تو اس سے مواخذہ نہ ہوگا۔ بشرطیکہ اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو[2] اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ۔

"یعنی جو شخص ایمان قبول کرنے کے بعد اللہ کا منکر ہوا، مگر وہ نہیں جس پر جبر ہوا اس کا دل ایمان پر قائم ہے۔"

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمہ کفر کی ادائیگی کی رخصت دی تھی کیونکہ ان کا دل ایمان پر مطمئن تھا[3] البتہ افضل یہ ہے کہ کلمہ کفر ادا نہ کرے۔ اس پر اگر مارا جائے تو ماجور ہوگا[4] جیسا کہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو کفر اختیار کرنے پر مجبور کیا گیا تھا مگر انہوں نے زبان سے بھی کلمہ کفر ادا نہ کیا بلکہ جابر کے مصائب کو صبر سے برداشت کرتے رہے۔ حتیٰ کہ وہ قتل ہو گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سید الشہداءؓ کا لقب دیا تھا۔

۲۔ فعل کا ارتکاب مباح ہو اور عدم ارتکاب قابل مواخذہ ہو بشرطیکہ اکراہ تام ہو، جیسے دم مسفوح۔ شربِ خمر، خنزیر اور مردار کے گوشت کھانے پر کسی کو مجبور کیا گیا ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ

---

[1] البحر جلد ۸ ص ۸۲

[2] البدائع جلد ۷ ص ۱۷۶

[3] البدائع جلد ۷ ص ۱۷۷ [4] ایضاً

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اِلَیۡہِ ۔ (الانعام)

(اور اللہ واضح کر چکا تم پر جو کچھ حرام کیا ہے مگر جس وقت ناچار ہو اس کی طرف سے)

اس آیت میں حرمت کے حکم کو حالت اضطرار کی وجہ سے مستثنیٰ کیا گیا ہے جس کا حاصل اباحت ہے۔ اگر مجبور شخص اس صورت میں اباحت پر عمل نہ کرے تو گنہگار ہوگا۔ کیونکہ وہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے والا ہوگا۔ جس کی ممانعت اس آیت میں موجود ہے۔

وَلَا تُلۡقُوۡا بِاَیۡدِیۡکُمۡ اِلَی التَّہۡلُکَۃِ ۔ یعنی اپنی جان کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

اگر اکراہ ناقص ہو تو ان امور کا ارتکاب مباح نہ ہوگا۔ اور نہ ہی ان میں رخصت ہوگی[1]

۳۔ یہ کہ فعل کا ارتکاب نہ مباح ہو اور نہ اس کی رخصت ہو بلکہ حسب حال حرام ہو۔ خواہ اکراہ تام ہو یا ناقص۔

اس قسم کا تعلق اکل و شرب سے متعلقہ افعال سے نہیں ہے بلکہ قتل، قطع اور مہلک ضرب وغیرہ جرائم سے ہوتا ہے[2]۔ جیسے کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنا، یا اس کا کوئی عضو قطع کرنا یا اس کو مہلک مار دینا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَلَا تَقۡتُلُوا النَّفۡسَ الَّتِیۡ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالۡحَقِّ (الانعام)

(اور نہ مار ڈالو جان جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے مگر حق پر)

نیز یہ کہ:-

وَالَّذِیۡنَ یُؤۡذُوۡنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ بِغَیۡرِ مَا اکۡتَسَبُوۡا فَقَدِ احۡتَمَلُوۡا بُہۡتَانًا وَّاِثۡمًا مُّبِیۡنًا (الاحزاب)

(اور جو لوگ ستاتے ہیں مسلمان مردوں کو اور مسلمان عورتوں کو بغیر کسی جرم کیے تو انہوں نے جھوٹ کا بوجھ اٹھایا اور صریح گناہ کا)

ان دونوں آیات سے معلوم ہوا کہ ناحق قتل کرنا یا کوئی دوسری تکلیف دینا ممنوع ہے۔

---

[1] البدائع جلد ۷ ص ۱۷۶

[2] البحر جلد ۸ ص ۷۴، ۷۵

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تشریح مد ۲:۔ اگر اکراہ جرائم کے ارتکاب پر کیا جائے مثلاً قتل، قطع وغیرہ پر تو مجبور کے لیے یہ جائز نہ ہوگا کہ آمر کے حکم کی تعمیل کرے کیونکہ اپنی جان یا کسی عضو کو بچانے کی خاطر دوسرے کی جان یا عضو کو تلف کرنا حرام ہے جیسا کہ آیات متذکرہ سے واضح ہے۔ ایسی صورت میں مجبور کو عزیمت پر عمل کرنا چاہیے۔ اگر اس کو نقصان پہنچ جائے تو ماجور ہوگا۔ مگر یہ اس کا حکم اخروی ہے۔ اور دُنیاوی احکام میں مجبور سے اتنی رعایت کی جائے گی کہ اس کو اس جرم کی سزا نہ دی جائے جس کے ارتکاب میں اس کو مجبور کیا گیا تھا، بشرطیکہ مجبور جابر کا آلہ بننے کی صلاحیت رکھتا ہو اور اکراہ تام ہو۔ ایسی صورت میں فعل کی نسبت جابر کی طرف ہو گی اور فعل کی سزا اسی کو دی جائے گی البتہ مجبور کو بالکل بری الذمہ تصور نہ کیا جائے گا۔ بلکہ عزیمت پر یعنی فعل کے ترک پر، عمل نہ کرنے کی وجہ سے اس کو تعزیری سزا دی جائے گی [۱]

درحقیقت اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ مذکورہ حکم امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے موقف کے مطابق ہے۔ جبکہ امام شافعیؒ کے نزدیک جابر اور مجبور دونوں کو قتل کے جرم کرنے پر قصاص میں قتل کیا جائے گا۔ اور احناف میں سے امام ابویوسف فرماتے ہیں کہ دونوں پر قصاص نہ ہوگا۔ اور امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ صرف مجبور پر قصاص ہوگا [۲]

امام شافعیؒ دلیل دیتے ہیں کہ قتل ایسے فعل کا نام ہے جس سے حیات منقطع ہو جائے اور یہ فعل جابر اور مجبور دونوں سے صادر ہوا ہے۔ البتہ فرق یہ ہے کہ جابر سے بالواسطہ اور مجبور سے بلاواسطہ صادر ہوا ہے۔ ان کے نزدیک اصول یہ ہے کہ اگر سبب تام ہو تو وہ حق قصاص میں بمنزلہ مباشر کے ہوتا ہے [۳] لہٰذا جابر اور مجبور دونوں سے قصاص لیا جائے گا۔

امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ فعل کا صدور حقیقتاً، حساً اور مشاہدۃً مجبور ہی سے صادر ہوا ہے لہٰذا قصاص بھی مجبور سے لیا جائے گا [۴]

امام ابویوسف دلیل دیتے ہیں کہ طرفین میں شبہ واقع ہو گیا ہے اس لیے قصاص جابر اور مجبور دونوں سے ساقط ہوگا۔ شبہ جابر کی جانب میں یہ ہے کہ فعل درحقیقت اس سے صادر نہیں ہوا،

[۱] البدائع جلد ۷ ص ۱۷۹ [۲] ہدایہ جلد ۳ ص ۳

[۳] ایضاً ص ۳۵۰ حاشیہ ۱ [۴] ایضاً ص ۳۴۹

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لہٰذا اُس کو قصاص کی سزا بھی دینی درست نہیں ہے، اور مجبور کی جانب شبہ یہ ہے کہ اُس نے رضا سے جرم نہیں کیا بلکہ وہ مجبور اور مضطرب تھا[۱]۔

امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ حدیث میں آتا ہے "عفوت عن امتی الخطاء والنسیان وما استکرھوا علیہ"۔ یعنی میں نے اپنی امت سے خطا اور نسیان کو معاف کر دیا ہے اور اس چیز کو بھی معاف کر دیا ہے جس پر کسی کو جبر کیا گیا ہو۔

اس حدیث میں لفظ "عفو" کا ذکر ہے اور عفو کا تحقق اسی صورت میں ہوگا جب کہ پہلے کوئی چیز واجب ہو چکی ہو۔ اور مجبور نے چونکہ مجبوری کی وجہ سے فعل ناحق کا ارتکاب پہلے کر دیا ہے اس لیے اب اس سے عفو کے معنی یہی ہیں کہ اس سے اس فعل کی سزا ساقط ہوگی اور صورۃً قتل اگرچہ مجبور سے ہی واقع ہوا ہے مگر حقیقۃً مجبور محض جابر کا آلۂ قتل تھا لہٰذا قتل کی نسبت جابر کی طرف ہی ہوگی[۲]۔

دفعہ ۱۳۲ ج۔

مجبور، مقتول مورث کی میراث سے محروم نہ ہوگا[۳]۔

د۔ جابر، مقتول کی میراث سے محروم ہوگا۔ بشرطیکہ وہ مکلف ہو۔ اگر وہ نابالغ ہو تو محروم نہ ہوگا[۴]۔

تشریح:۔ فقہاء احناف میں سے امام زفر فرماتے ہیں کہ مجبور شخص کو مقتول مورث سے وراثت نہیں ملے گی۔ یہی مذہب امام شافعیؒ کا بھی ہے۔ جب کہ امام ابو حنیفہؒ اور ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک مجبور شخص کو میراث ملے گی۔ یہ اختلاف درحقیقت اسی مذکورہ اختلاف پر مبنی ہے کہ فعل کی نسبت جابر کی طرف ہوگی یا نہیں۔

جابر شخص مورث کے ترکہ سے امام ابو حنیفہؒ، امام محمدؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک محروم ہوگا۔ جبکہ امام ابو یوسفؒ اور امام زفرؒ کے نزدیک محروم نہ ہوگا[۵]۔ یہ اختلاف بھی مذکورہ اختلاف پر ہی مبنی ہوگا۔ (باقی)

---

[۱] البدائع جلد ۷، ص ۱۸۰ [۲] ایضاً [۳] ایضاً [۴] ایضاً [۵] ایضاً

© rasailojaraid.com